# بشریٰ رحمٰن کی کالم نگاری میں طنزیہ و فکاہیہ عناصر

## Satirical and Humorous Elements in the Column Writing of Bushra Rehman

عائشہ غزالہ [i]   ڈاکٹر رافعہ ملک [ii]

**Abstract:**

*This study examines the satirical and humorous elements in the column writing of Bushra Rehman. Bushra Rehman holds a distinctive position in Urdu journalism and literature due to her lively, engaging, and thought-provoking style of column writing. Her columns reflect social realities, cultural norms, and political conditions of Pakistani society, often presented through subtle satire and refined humor. The research highlights how Bushra Rehman employs satire as a literary technique to criticize social contradictions, moral decline, and political inconsistencies, while humor softens the tone and makes the critique more accessible and appealing to readers. Through irony, exaggeration, witty remarks, and anecdotal narration, she exposes societal flaws without adopting an overtly harsh or confrontational approach. Furthermore, the study analyses the linguistic and stylistic features of her columns, including conversational language, cultural references, and narrative humor, which contribute to their popularity among readers. Her satirical voice not only entertains but also stimulates intellectual reflection and social awareness. The findings suggest that the fusion of satire and humor in Bushra Rehman's column writing serves as an effective medium for social commentary, allowing her to address sensitive issues with creativity and balance. Thus, her columns represent an important contribution to modern Urdu prose and journalistic literature, where literary aesthetics and social criticism coexist harmoniously.*

Keywords: *Urdu Journalism, Urdu Literature, Pakistani Society, Politics, Linguistic, Culture, Criticism, Satire, Column Writing, Bushra Rehman.*

یہ مطالعہ بشریٰ رحمٰن کی کالم نگاری میں طنزیہ اور مزاحیہ عناصر کا جائزہ لیتا ہے۔ بشریٰ رحمٰن اپنی جان دار، دل کش اور فکر انگیز طرزِ تحریر کے باعث اردو صحافت اور ادب میں ایک منفرد مقام رکھتی ہیں۔ ان کے کالم پاکستانی معاشرے کی سماجی حقیقتوں، ثقافتی اقدار اور سیاسی حالات کی عکاسی کرتے ہیں، جنھیں اکثر لطیف طنز اور مہذب مزاح کے پیرائے میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ تحقیق واضح کرتی ہے کہ بشریٰ رحمٰن طنز کو ایک ادبی تکنیک کے طور پر استعمال کرتے ہوئے معاشرتی تضادات، اخلاقی زوال اور سیاسی بے قاعدگیوں پر تنقید کرتی ہیں، جب کہ مزاح اس تنقیدی لہجے کو نرم بناتا ہے اور اسے قارئین کے لیے زیادہ قابلِ فہم اور دل کش بنا دیتا ہے۔ وہ ظرافت، مبالغہ، برجستہ جملوں اور حکایتی اندازِ بیان کے ذریعے معاشرتی خامیوں کو نمایاں کرتی ہیں، بغیر اس کے کہ ان کا اسلوب سخت یا تصادمی ہو۔ مزید برآں، یہ مطالعہ ان کے کالموں کی لسانی اور اسلوبی خصوصیات کا بھی تجزیہ کرتا ہے، جن میں مکالماتی زبان، ثقافتی حوالہ جات اور بیانیہ مزاح شامل ہیں، جو ان کی تحریروں کی مقبولیت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ان کی طنزیہ آواز نہ صرف تفریح فراہم کرتی ہے بلکہ فکری بیداری اور سماجی شعور کو بھی ابھارتی ہے۔ نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ بشریٰ رحمٰن کی کالم نگاری میں طنز اور مزاح کا امتزاج سماجی تبصرے کا ایک مؤثر وسیلہ ہے، جو انھیں حساس موضوعات کو تخلیقی توازن کے ساتھ بیان کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یوں ان کے کالم جدید اردو نثر اور صحافتی ادب میں ایک اہم اضافہ ہیں، جہاں ادبی جمالیات اور سماجی تنقید ہم آہنگی کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔

**کلیدی الفاظ:** اُردو صحافت، اردو ادب، پاکستانی معاشرہ، سیاست، لسانیات، ثقافت، تنقید، طنز، مزاح، کالم نویسی، بشریٰ رحمان۔

[i] سکالر پی ایچ۔ڈی، شعبہ اردو، NCBA&E، لاہور، ملتان کیمپس۔

[ii] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، NCBA&E، لاہور، ملتان کیمپس(Corresponding Author)

اکثر ادیبوں کی تحریروں کا آغاز اخبارات و رسائل و جرائد سے ہوا۔ رسائل و جرائد و اخبارات کے چھپنے کی روایت کئی دہائیوں سے چلی آ رہی ہے۔ اُردو ادب کی مختلف اصناف میں کالم نگاری کو بھی خاص جگہ دی جاتی ہے۔ بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ اب صنف نے موجودہ دور کے قاری کو اپنی جانب زیادہ مائل کر لیا ہے۔ موجودہ دور میں اخبار کا قاری، اخبار کے اداریے یا کالم کو ہی اخبار کا اصل صفحہ مانتا ہے، اُس کی دلچسپی صرف کالم کی حد تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ دراصل کالم اخبار کا ایسا حصہ ہوتا ہے جو کسی خاص یا منفرد موضوع پر لکھے ہوتے ہیں اور اس لکھی ہوئی تحریر میں کالم نگار اپنا نظریہ واضح کر دیتا ہے جس طرح سے کالم لکھے جاتے ہیں اور ان کے مختلف موضوعات پر بحث کی جاتی ہے یہ تمام چیزیں کالم نگاری کو دیگر اصنافِ ادب سے ممتاز کرتی ہیں۔ اصل میں کالم کسی بھی اخبار کا ایک اہم حصہ مانا جاتا ہے، انگریزی میں کالم (Column) کھمبا یا ستون کو کہا جاتا ہے۔ کالم کی بہت ساری تعریفیں کی گئی ہیں:

> کسی اخبار میں لکھنے والے کے نام کے ساتھ ایک مستقل عنوان کے تحت باقاعدگی سے شائع ہونے والی ایسی تحریر کو کالم کہتے ہیں جو تازہ حالات و واقعات پر وقف ہوتی ہے۔ کالم مزاحیہ بھی ہو سکتا ہے اور اس میں مختلف موضوعات، ادب و اخلاقیات اور دوسرے امور پر ثقیل قسم کی بحث و دلائل مشورے بھی ہو سکتے ہیں۔ ایک کالم لازمی طور پر لکھنے والے کی علمیت اور نقطہ نظر کا عکس ہوتا ہے خواہ یہ لازمی موضوعات سے متعلق ہو یا معاشرے کے رجحانات سے۔[۱]

اخبارات میں کالموں کا آغاز طنزیہ و فکاہیہ کالموں سے ہوا۔ جیسے جیسے صحافت کے میدان میں ترقی ہوتی گئی اس کا میدان وسیع ہوتا گیا، ویسے ویسے موضوعات میں بھی وسعت آتی گئی۔ پہلے کالم طنز و مزاح سے شروع ہوتے تھے اور آہستہ آہستہ ان میں سنجیدگی، غیر سنجیدگی، سائنسی، قانونی، فیشن اور دیگر موضوعات پر کالم لکھے جانے لگے۔ کالم نگار اپنے دور کے تمام حالات و واقعات کو اپنی نظر میں رکھتا ہے اور وہ ہر اُس تبدیلی کو نوٹ کرتا ہے جو اس کے ارد گرد کے ماحول میں پائی جاتی ہے اور پھر وہ ان تبدیلیوں کو اپنے کالم میں ڈھالتا ہے اور وہ یوں کالم اخبارات کی زینت بن جاتے ہیں۔ یہ کالم معاشرے کے مختلف مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور بعض اوقات کالم نگار لوگوں کی رائے کو بھی کالم کی صورت میں تحریر کرکے بیان کرتے ہیں۔ کالموں کی بہت ساری اقسام ہیں: ادبی، سیاسی، معاشرتی و سماجی، المیہ و حزنیہ اور طنزیہ و فکاہیہ۔ طنزیہ و فکاہیہ کالموں

میں کالم نگار بہت ہلکے پھلکے انداز میں اپنا مطمح نظر بیان کر دیتا ہے۔ اُس کا اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے کا انداز بہت سادہ اور شوخ ہوتا ہے تاکہ لوگ اُس کی بات سے لطف بھی اُٹھائیں، سکون محسوس کریں اور ساتھ ہی ساتھ سنجیدگی سے سوچیں بھی۔ کالم نگار کا مقصد طنز و مزاح میں خوب صورت و مختلف تراکیب و الفاظ کو استعمال کرتے ہوئے اپنی تحریر کو بہترین و سود مند بنانا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

> طنز کا سب سے بڑا موقف ''کجی''، ''ناہمواری'' اور ''ٹیڑھا پن'' ہے۔ ان کا مظاہرہ انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی طور پر۔ طنز نگار ان سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا، یہ ''کجی'' افراد کی منافقت سے اظہار پائے یا سیاست کے ذریعے سے، ناہمواری سوچ میں ہو یا لباس میں اور ٹیڑھا پن ادب میں ہو یا فنونِ لطیفہ میں۔ الغرض۔۔۔۔۔ طنز نگار کو معاشرے میں جہاں بھی ''کجی'' اور اس کے منفی اثرات نظر آئیں گے وہ قلم کو نشتر میں تبدیل کرے گا۔[۲]

عربی میں 'فکاہ' کا مطلب ہنسنے ہنسانے والا ہے۔ فکاہیہ کالم میں کالم نگار جو تحریر لکھتا ہے وہ مکمل مشاہدے اور فکر و گہرائی سے عبارت ہوتی ہے۔ ایسے کالم نا صرف معلومات کا خزانہ ہوتے ہیں بلکہ قاری کے اندر ذوق و شوق، لگن اور علمی تسکین پہنچانے کا باعث بنتے ہیں کیوں کہ حسِ مزاح ہی انسان کی چھٹی حس ہے۔ جس انسان کے اندر یہ پائی جاتی ہے وہ آسانی سے زندگی کے ہر مقام سے گزر جاتا ہے۔ ہمارے ہاں ابتدا میں جو کالم لکھے جاتے تھے اُن میں یہ تمام باتیں بقدر غائر موجود ہوتی تھیں۔ اُس دور کے طنزیہ و فکاہیہ کالم نگاروں میں مرزا فرحت اللہ بیگ، سعادت حسن منٹو اور عطاء الحق قاسمی جیسے نام شامل تھے۔ ان لوگوں نے طنز و مزاح کے ذریعے اپنے زاویۂ نظر کو قارئین تک پہنچایا۔ موجودہ دور کے جو کالم نگار مشہور ہیں ان میں حامد میر، سلیم صافی، جاوید چودھری، مظہر برلاس، اسد مفتی، اشفاق احمد، حسن نثار، منو بھائی، رؤف کلاسرا، اوریا مقبول جان، یاسر پیرزادہ اور ڈاکٹر صفدر کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ جہاں تک اہم خواتین کالم نگاروں کی بات کریں تو ان میں کشور ناہید، فرح ضیا، فرزانہ ممتاز، نور الہدیٰ شاہ، زاہدہ حنا اور بشریٰ رحمٰن شامل ہیں۔

بشریٰ رحمٰن نے طنزیہ و فکاہیہ کالم لکھنے کا آغاز ۷۹-۱۹۷۸ء میں کیا۔ بشریٰ رحمٰن خواتین کالم نگاروں میں سب سے زیادہ کالم لکھنے والی خاتون ہیں۔ ان کے کالم پچھلے پچاس سالوں سے مختلف اخبارات و رسائل و جرائد کی زینت بنتے رہے ہیں۔ اُن کے کالم چادر چار دیواری اور چاندنی کے نام سے روزنامہ جنگ اور امروز میں چھپتے رہے ہیں۔ بشریٰ رحمٰن کی چادر چار دیواری اور چاندنی کے نام سے کالموں کی ایک کتاب

بھی ہے جس کی اشاعت ۱۹۹۵ء میں ہوئی۔ اس کتاب کی چار جلدیں ہیں جس میں بشریٰ رحمٰن زندگی کے ہر موضوع کو اپنے قلم کے ذریعے صفحہ قرطاس پر لائی ہیں۔ بشریٰ رحمٰن کے دور میں کالم نگاری ایک نئے دور میں داخل ہوئی۔ اس سلسلے میں مشتاق احمد یوسفی کہتے ہیں:

> بشریٰ رحمٰن جیسی اور جتنی مقبولیت بہر رنگ اور بہر حیثیت ان کے حصے میں آئی ہے، وہ کم، بہت ہی کم خواتین کو نصیب ہو گی۔ چادر چار دیواری اور چاندنی اس تحریر و تقریر، تجربہ و مشاہدہ اور تبصرہ رواں کا ایک ایسا آئینہ ہے، جس میں مرد، اگر چاہیں تو اپنا چہرہ زیبا بھی دیکھ سکتے ہیں۔ موضوعات کے تنوع، مشاہدے کی وسعت اور گہرائی، زبان و بیان پر قدرت، تازگی اور شگفتگی کے اعتبار سے قارئین ان کالموں میں ''ادبیت'' اور مستقل دلچسپی کا وافر سامان پائیں گے۔ وہ سماجی اور انسانی رشتوں پر ماہرانہ اعتماد سے اور خواتین کے مسائل پر محرم راز درونِ خانہ اور اہل خانہ کی حیثیت سے گفتگو کرتی ہیں۔ انھوں نے نیرنگی سیاستِ حاضرہ کو اتنے قریب سے دیکھا، آزمایا اور انگیز کیا ہے کہ بعض اوقات آنکھ بھر آتی ہے، مگر وہ اپنے شائستہ حیات لہجے کو کہیں بھی تند و تلخ نہیں ہونے دیتیں۔ [۳]

بشریٰ رحمٰن کے کالموں کا اسلوب بہت سادہ، رواں اور شگفتگی کا تاثر لیے ہوتا ہے۔ وہ اپنے معاشرے کے مسائل کو بہت عمدگی سے الفاظ کے چناؤ اور خوب صورت ماحول میں اس طرح بیان کرتی ہیں کہ قاری مبہوت ہو کر اُن کے کالموں کی تحریروں میں کھو جاتا ہے۔ انھوں نے زندگی کے مسائل و حقائق کو جہاں اپنے قلم کے نشتر سے زبانِ زد عام کیا، وہیں سماجی و سیاسی میدان میں بھی خود کو ہر لحاظ سے منوایا۔ بشریٰ اپنے کالموں کے ذریعے فہم و فراست کے دروازے کھولتی ہیں۔ فلسفے اور روحانیت کے تاثرات سے لبریز اپنے کالموں کی تحریر کے ذریعے اس معاشرتی ماحول کو اپنانے پر زور دیتی ہیں۔ بشریٰ رحمٰن نے طنز و مزاح کے ذریعے اپنے کالموں کے اصلاحی پہلوؤں کو قاری کے سامنے پیش کیا۔ قاری ان کالموں کو پڑھنے پر مجبور ہو گیا۔ بشریٰ رحمٰن نے جاگیرداری نظام اور وڈیرہ سسٹم کے خلاف اپنے کالموں میں احتجاجی لہجہ بھی اپنایا، اصلاحی لہجہ بھی اپنایا، طنزیہ لہجہ بھی اپنایا اور فکاہیہ لہجہ بھی۔ اُن کے اندازِ تحریر میں ایک سکون دینے والا احساس ہوتا تھا، ایسا لگتا تھا کہ جیسے کسی نے زخموں پر مرہم رکھ دی ہو۔ اپنی تحریروں کے ذریعے وہ دوسروں کے درد کم کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔

بشریٰ رحمٰن نے روزانہ ایک نئے اور اچھوتے موضوع پر نئی سوچ، نئے اشعار، نیا نام، نئی تحریر، نئی تنقید و تحقیق اور ملکی و غیر ملکی ہر مسئلے ہر موضوع پر اپنی رائے دی۔ اُن کے کالم اُن کے لیے علم کا درجہ بھی رکھتے ہیں اور الم کا بھی۔ الم وہ جو دوسروں کے واسطے خود محسوس کرتی تھیں اور علم اس حوالے سے کہ زیادتی کے خلاف بالکل بے خوف اور نڈر ہو کر اپنے حصے کے جہاد میں شامل ہو جاتی تھیں۔ انھیں عقل و بصیرت کی خوبی عطا ہوئی تھی۔ جو محبت انھیں اپنے ملک سے تھی اُس بات کا اندازہ اُن کے کالموں کو پڑھ کر ہو جاتا ہے۔ انھوں نے "دخترِ پاکستان" کا اعزاز حاصل کیا اور "فخرِ پاکستان" کا بھی۔ وہ مردوں کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلیں۔ بحیثیت عورت مردوں کے اس تنگ نظر معاشرے میں ثابت قدمی اور اعتماد کے ساتھ انھوں نے اپنا موقف منوایا۔ ایک عورت کے لیے یہ سب کام کرنا آسان کام نہیں تھا، مگر بشریٰ رحمٰن کے قلم میں ادب کی کاٹ تھی، طنز تھا، مزاح تھا جس کی وجہ سے وہ نا صرف عورتوں کی نبض شناس تھیں بلکہ مردوں کی بھی نبض شناسی میں ماہر تھیں۔ انھوں نے اپنا ہر کالم ایک منفرد اور انوکھے انداز میں لکھا جیسے کہ اُن کا کالم "بچہ جمہورا" ہے:

> ایک تو یہ بچہ جمہورا لے پالک ہے، اس کی ماں دور کہیں رہتی ہے، دوسرے ہمارے ہاں پرورش کرنے والے پڑھے لکھے نہیں ہیں، تیسرے۔۔۔ جمہوریت کا بچہ ہم ردِ عمل کے طور پر پالتے ہیں، چوتھے جی۔۔۔ ہم برٹش کالونی میں رہ چکے ہیں جی۔۔۔ اور مطلق النعان وائسرائے اور بیوروکریسی کے طرزِ حکومت کے عادی ہیں جی۔۔۔ پانچویں جی۔۔۔ آپ نے اپنے ابھی سیاسی نو مولود کی برداشت اور پرورش کے لیے کوئی انجکشن اور ہدایات نہیں بھیجی جی۔۔۔ چھٹے جی۔۔۔ اگر آپ کو بتا بھی دیا تو اپنے ہاں چھاپ نہ سکیں گے جی۔۔۔ [۴]

بشریٰ رحمٰن نے اپنے اس کالم میں آمریت کے زمانے کی بات کی ہے۔ وہ مارشل لاء کا دور تھا، بے حسی کا دور تھا، اس کالم میں اُس دور کی سیاسی پابندیوں پر طنز کی گیا ہے، اُس دور میں لوگ کوئی خاکہ یا ڈراما بنا لیتے تھے اور اُس کی آڑ میں حکومت کی غیر جانب دارانہ پالیسیوں اور بے حسی کو بیان کیا جاتا تھا۔ اپنے کالم "پرانی فلم شرطیہ نیا پرنٹ" میں بشریٰ رحمٰن نے مزاح کی چاشنی پیدا کرتے ہوئے اُن لوگوں پر طنز کیا ہے جو جانے والی حکومتوں کے سو سو عیب نکالتے ہیں، تنگ دلی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ سابق صدر ایوب خان کی طبعی موت کی خبر اخبار کی ایک چھوٹی سی سرخی کی صورت میں نظر آئی۔ اُس کے بعد ہر طرف سناٹا تھا، ہو کا

عالم تھا، کیوں کہ یہ حاکمِ وقت کی مرضی تھی، بشریٰ رحمٰن کہتی ہیں اختلافات نظریاتی ہونے چاہیے، ذاتی کرداروں پر حملے نہیں کرنے چاہیے۔ کیوں کہ اگر ہم خود ہی حملہ کرنے والوں میں شمار ہوں گے تو دشمنوں کے حملوں سے ہمیں کون بچائے گا۔ اس کالم میں بشریٰ رحمٰن نے گزر جانے والی عمر کی خوب صورتیوں کو بھی بیان کیا ہے کہ بے شک آپ خود کو نئے سانچے میں ڈھال لو، خود کو نیا پرنٹ ہی بنالو جو وقت گزر گیا وہ گزر گیا۔

بشریٰ رحمٰن نے ان تمام مسائل پر صرف طنز ہی نہیں کیا بلکہ انھوں نے اُن کے حل کے لیے بھی تجاویز دی ہیں۔ کالم ''گدھوں کی مردم شماری'' میں لکھتی ہیں:

> ان اعداد و شمار کو گدھوں سے چھپا کر رکھیے کیوں کہ آج کل زمانہ خراب ہے اگر یہ کم بخت گدھے ایک پلیٹ فارم پر متحد ہوگئے اور اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانا شروع کردی تو کون اس آواز کو بند کرائے گا اور اگر انھوں نے مال برداری کا کام کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے لیے کسی متبادل کام کا مطالبہ کر دیا تو کیا ہوگا؟[۵]

بشریٰ رحمٰن اپنے قاری کو خوب صورت ماحول کے ساتھ ساتھ مفید معلومات بھی بہم پہنچاتی ہیں۔ جیساکے کالم ''دیوارِ نوحہ خواں ہیں'' میں انھوں نے انتخابی مہم کے مرحلے کو بڑی خوب صورتی سے بیان کیا ہے، کہ کس طرح انتخابات کے دنوں میں امیدواران دیواروں کے سینوں پر اپنے ناموں کے اشتہارات کی تشہیر کرتے ہیں تو اُن کے سینوں پر کیسی قیامت ٹوٹتی ہے۔ وقت کے تقاضے کے مطابق اشتہار کی ترتیب دی جاتی ہے، ہر امیدوار اُن دنوں میں وطن کی آن و جان ضرور ہوتا ہے۔ بھلے وہ بعد میں اُسی وطن کے بخیے ہی اُدھیڑ کر رکھ دے۔ دیواروں پہ یہ ساری اشتہار بازی رات کی تاریکی میں ہوتی تھی، پرانے اشتہارات کو مٹاتے اور نئے اشتہارات لکھتے جاتے۔ مگر رات کی تاریکی میں لکھے جانے والے اشتہارات کا جو حال ہوتا تھا وہ اشتہارات کبھی حکیموں کے اشتہارات کے ساتھ مل کر مضحکہ خیزی پیدا کرتے تو کبھی کسی فلمی اشتہار کے نازیبا الفاظ کے ساتھ مل کر عجیب سی صورتِ حال پیدا کر دیتے۔ ان دیواروں پر جو ظلم بربریت کے مظاہرے یہ لوگ کرتے اُن کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ دیواریں زمین بوس ہو جاتیں اور قصور وار دیوار بنانے والی کمپنیاں بن جاتی۔ اشتہار بازی ایک کاروباری طریقِ کار ہے اور اشتہار بازی پر توجہ دیتے ہیں اُن کا شمار تیسری دنیا کے لوگوں میں ہوتا ہے۔ اسی لیے اس کالم میں بشریٰ رحمٰن نے نوجوان نسل کو تعلیم

حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے اور مفاد پرست لوگوں کا محاسبہ کرنے کے لیے کہا ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے اپنے تمام کالموں میں ایک انفرادیت قائم کی ہے اسی انفرادیت کی وجہ سے اُن کے کالم زبانِ زد عام ہوئے۔ اس سلسلے میں سید اقبال قادری لکھتے ہیں:

> ہر کالم نویس کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ اپنی ہر تحریر میں ایک واضح انفرادیت قائم رکھے۔ اُسے کسی بھی چیز کو بھانپ لینے کی عادت ہو، اُسے تجزیہ نگاری سے رغبت ہو اور اپنی ہی قوتِ تخلیق کے ذریعے کالم کو استحکام بخشے۔[٦]

کالم ''چین چلیے گا۔۔؟'' میں بشریٰ نے وزراء امرا اور وزیر اعظم کے حالات کے بارے میں بتایا کہ دورانِ سفر میں وزیر اعظم کے لیے ہر ایک کو راضی کرنا کتنا مشکل کام ہوتا ہے۔ دورۂ چین میں زیادہ تر وہ لوگ تھے جو نئے نئے منسٹر بنے تھے۔ وزیر اعظم نے ان تمام نئے بننے والے منسٹرز کو چین کے خیر سگالی دورے پر لے جانے کی تجویز دی۔ چین کے ساتھ خیر سگالی کے جذبات تو پوری قوم کے ہی ہیں، اس دورے میں کچھ وزراء کی بیگمات، وی آئی پی سیٹوں پر بیٹھی ہوئی تھیں اور پیچھے بیٹھی ہوئی چھ نئی منسٹر خواتین مسلسل طنز کر رہی تھیں کہ عوام کی نمائندہ خواتین کو پیچھے بٹھا دیا گیا اور وزراء کی بیگمات کو آگے۔ یہاں پر بشریٰ رحمٰن نے طبقاتی کش مکش کو طنز و مزاح کی چادر میں لپیٹ کر قارئین کے سامنے پیش کیا ہے:

''لکھی رانی۔۔۔۔ روبینہ رانی اور سسی رانی'' اور ''شیر ہے تو۔۔۔۔۔ سامنے آ؟'' ان کالموں میں بشریٰ رحمٰن نے طنز کے جوہر دکھائے ہیں۔ اس میں انسانی حقوق کی پامالی دکھائی گئی ہے، حکومت کو جانور عزیز ہیں اور انسانوں کے معاملات میں حکومت نے کس طرح بے حسی برتی ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے انسانی حقوق کی پامالی کو طنز و مزاح کے فرغلوں میں لپیٹ کر عوام کے سامنے پیش کیا ہے۔ ''اگر زندوں میں ہے'' جیسے کالم کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ بشریٰ رحمٰن نے طنز کی آڑ میں معاشرے کی اصلاح کے لیے نئی روشوں کو اپنایا ہے۔ بشریٰ رحمٰن نے فکاہیہ کالم لکھ کر جدت طرازی کا مظاہرہ کیا، اُن کے کالموں میں سماجی ناہمواریوں، بے ثباتیوں اور بے اعتدالیوں پر بڑے ہی تیکھے انداز میں طنز کیا ہے۔ انھوں نے ہمیشہ ہی اپنے ہر کالم میں معاشرتی کمزوریوں، حکومتی پالیسیوں، جمہوریت کے نام پر نام نہاد ترقیوں پر بڑے کھلے انداز میں طنز کے ڈونگرے برسائے ہیں۔ بشریٰ رحمٰن نے صرف ایک ادیب کی زندگی نہیں گزاری بلکہ وہ ادیبہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک کامیاب سیاست دان بھی تھیں اور ادیب جو اپنی نظروں سے مشاہدہ کرتا ہے سب کچھ

بیان کرتا ہے مگر ایک سیاست دان کبھی بھی کھل کر اپنی بات نہیں کہہ سکتا۔ بشریٰ رحمٰن نے یہ کام بڑے ہی اچھے طریقے سے کیا۔ انھوں نے معاشرتی ناہمواریوں کو ایوانوں تک پہنچایا، انھوں نے اپنی ہر تقریر میں، اپنے ہر کالم میں خود کو عوامی نمائندے کی حیثیت سے ہی پیش کیا۔

کالم ''دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہیں'' میں بشریٰ رحمٰن نے ہائی کورٹ لاہور کی ہنگامہ آرائی، ہاتھا پائی اور جگ ہنسائی کو بیان کیا ہے۔ پاکستان کی عدالتوں میں اب یہ عام سی بات ہو گئی ہے، وکلاء کے طبقے کو کسی بھی ملک کے دماغ سے تشبیہ دی ہے۔ یہ قانون دان بھی ہوتے ہیں مگر ان کے اس طرح کے ہنگامے اور ہاتھا پائیاں دوسرے ملکوں کی نظر میں ان کو بے وقعت کرتے ہیں۔

''کتوں کی مردم شماری'' اور ''ایک مکالمہ'' ایسے کالم ہیں جن میں دیہات سے شہر کی طرف منتقلی کا بیان ہے۔ بشریٰ رحمٰن ہر معاملے کی تہہ میں اُتر جاتی ہیں وہ صرف سرسری نظر سے معاملات کو نہیں دیکھتیں بلکہ مسئلے کے حل کے لیے آخری حد تک پہنچ جاتی ہیں اور اُن کی یہ تمام سچائیاں ایک تاریخ بن کر اُن کے کالموں کی صورت میں عوام تک پہنچتی ہیں۔ خواندگی و ناخواندگی کے اچھے برے اثرات کا ذکر ہے، سیاست میں موجود لوگوں کے دماغی کا غذات کا بیان ہے، سماجی کارکن کا بیان تھا:

> کیا آپ کا خیال ہے کہ آپ سماج کو سُدھار سکتے ہیں؟ توبہ جی۔ اس جاہل قوم کو کون سدھار سکا ہے۔ پھر ان کے سدھارنے میں ہمارا کون سا فائدہ ہے؟ جب ہم جاہل اور بے شعور لوگوں سے اپنا مفاد حاصل کر سکتے ہیں تو ہمیں انھیں پڑھانے اور شعور بخشنے سے کیا حاصل ہوگا؟[۷]

بشریٰ کہتی ہیں جہاں ایوانوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی ایسی سوچ ہو وہاں معاشرہ کیا اور کیسے ترقی کر سکتا ہے؟ کالم ''گزارش برگ سے وہ بھی نشیمن کے تحفظ کی'' میں منشیات اور سمگلنگ کے بارے میں طنز کیا گیا ہے۔ کالم ''ہوا سے اُڑتا جائے میرا ایک دوپٹا ململ کا'' میں بشریٰ رحمٰن نے دوپٹے کی عزت و توقیر کے بارے میں بات کی اور اسی دوپٹے کی وجہ سے اُن پر بہت سارے کالم بھی لکھے گئے۔ اسمبلی کے اجلاس میں جب بشریٰ رحمٰن کے سر سے دوپٹہ سرک گیا اور رائے سعید نے اُن پر طنز کیا تو بشریٰ تو انھیں جواب دیا تھا:

> پنجاب کی سرزمین ہے جہاں میں کھڑی ہوں اور پنجاب کے ان بیٹوں کے درمیان کھڑی ہوں جو اپنی بہنوں کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں، اگر کبھی حالات کی آندھیاں ان بہنوں کے سر سے دوپٹا اُڑا بھی دیں تو یہ اپنی پگ کا دوپٹا بنا کر اپنی بہنوں کے سر پر ڈال دیتے ہیں۔ سرِ

محفل انھیں رسوا نہیں کرتے۔ میں فاضل رکن سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں آپ میری تقریر
سن رہے تھے یا میرا دوپٹا دیکھ رہے تھے۔اور دوپٹے کے پس پردہ کیا دیکھ رہے تھے؟[۸]

"انجمنِ احمقاں"، "دوپٹے کی واپسی"، "سچ آکھاں تے بھانبڑ مچدااے" ان تمام کالموں میں ایمان داری، حق و سچائی اور اپنی ذات کے کھوج کو بیان کیا گیا ہے۔ خوشامد کی لت نے بُری طرح معاشرے کی روایات کو مسخ کر دیا ہے۔ جو لوگ سچائی کی پاسداری کرتے ہیں اُن کو ہمیشہ کی کامیابی ہے اور جو لوگ جھوٹ اور خوشامد کا سہارا لیتے ہیں اُن کے لیے زندگی کے مسائل میں فراوانی ہی فراوانی ہے:

اے راہرو، راہ محبت۔۔۔۔دنیا کے مکر و فریب میں مت آنا۔ یہ دغا باز محبوبہ کی طرح آج
اُس کی ہے تو کل اُس کی۔۔۔۔۔تو اپنے دل کی دنیا پر قناعت کر۔۔۔۔۔[۹]

بشریٰ رحمٰن نے اپنے طنزیہ و فکاہیہ کالموں میں معاشرتی مسائل، سماجی پریشانیاں، حکومتی بے اعتدالیوں اور نفسانی خواہشات پر طنز و مزاح کے ذریعے اصلاح کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے اپنے تمام کالموں میں بڑے نڈر اور بے خوف ہو کر ہر مسئلے کو اُٹھایا ہے۔ اس مشکل سفر کو بہترین اور آسان کرنے میں جہاں اُن کے قلم نے ساتھ دیا، وہیں اُن کے عمدہ اسلوب کی سلاست و سادگی اور شگفتگی نے اُن کے کالموں کی تاثیر کو چار چاند لگا دیے ہیں۔

## حوالہ جات


۱۔ ڈاکٹر یاسمین سلطانہ فاروقی، فکاہیہ کالم نگاری اور نصراللہ خان (کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۲۰۱۸ء)، ۴۹۔
۲۔ ڈاکٹر سلیم اختر، اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۸ء)، ۶۶۸۔
۳۔ بشریٰ رحمٰن، چادر، چار دیواری اور چاندنی (لاہور: وطن دوست لمٹیڈ، ۱۹۹۵ء)، فلیپ۔
۴۔ بشریٰ رحمٰن، "بچہ جمہورا؟"، مشمولہ: چادر، چار دیواری اور چاندنی (لاہور: وطن دوست لمٹیڈ، ۱۹۹۵ء)، ۳۲۱۔
۵۔ بشریٰ رحمٰن، "گدھوں کی مردم شماری"، مشمولہ: چادر، چار دیواری اور چاندنی، ۳۳۸۔
۶۔ سید اقبال قادری، رہبر اخبار نویسی (نئی دہلی: ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۹ء)، ۱۶۲۔
۷۔ بشریٰ رحمٰن، "ایک مکالمہ"، مشمولہ: چادر، چار دیواری اور چاندنی، ۳۷۶۔
۸۔ بشریٰ رحمٰن، لکھی کو کون موڑے؟ (اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز، ۲۰۲۱ء)، ۱۴۳۔۱۴۲۔
۹۔ بشریٰ رحمٰن، "سچ آکھاں تے بھانبڑ مچدااے"، مشمولہ: چادر، چار دیواری اور چاندنی، ۴۰۶۔